© rasailojaraid.com

سنت وبدعت

مولانا سید داود غزنویؒ

عیدِ میلا دالنبی صلی اللہ علیہ وسلم

اگر چہ مجالس میلا د سال بھر میں وقتاً فو قتاً منعقد ہوتی ہی رہتی ہیں، بلکہ اس کی وسعت اور ہمہ گیری کا تو یہ عالم ہو چکا ہے کہ ہر خوشی کی تقریب میں، ہر مصیبت و تکلیف سے نجات و راحت حاصل کرنے اور ہر آرام و راحت کے میسر ہونے پر مجالس مولود منعقد کی جاتی ہیں، لیکن اس مہینے میں زیادہ اہتمام اور خصوصیت کے ساتھ یہ مجالس منعقد کی جاتی ہیں۔ مکانات کی زیبائش و آرائش کے ساتھ، گلی کوچوں اور بازاروں کی بھی تزئین وخوبصورتی کی جاتی ہے۔ دو کانوں کو خوبصورت، زرّین اور ریشمی کپڑوں سے سجایا جاتا ہے، درختوں کی سبز اور بابرگ ٹہنیوں سے دروازوں اور گذرگاہوں کو اس طرح مزین کیا جاتا ہے، ان میں مختلف روشنیوں کی آویزانی اور بجلی کے قمقموں کی روشنی ایک عجب بہار پیدا کر دیتی ہے۔ اور اگر ان مجالس کی حقیقت آپ معلوم کریں گے تو ان میں بھی آپ کو عجب مناظر دکھائی دیں گے، سبز عمامے اور لمبے لمبے چوغے پہنے ہوئے مولودخواں واعظ اور قصہ گو ملا نے انواع و اقسام کے لذیذ کھانوں کی طرف توجہ قلبی کئے ہوئے ذکرِ مولد کرتے ہوئے دکھائی دیں گے۔ اس تذکارِ میلا د میں قصص و حکایات اور ضعیف موضوع روایات کا ایک افسوسناک سلسلہ آپ کو دکھائی دے گا، جو اس وقت صحیح طور پر پیغمبر اسلام کے متعلق مخالفین کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کا موجب اور باعث بنا ہوا ہے۔

ان حکایاتِ موضوعہ تک ہی اگر میلا دخوانی کو محدود رکھتے تو بھی ایک بات تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ ذکر کرتے کرتے ایک دم ان میں کا ایک قسّیس کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس خیال سے کہ نبی اکرم ﷺ کی روح حاضر ہو گئی ہے تو از راہِ ادب سب کے سب دست بستہ کھڑے ہو جاتے ہیں اور جو خشوع وخضوع اور توجہ و اِنابت اس وقت ان لوگوں کے اعضاء وجوارح پر طاری ہوتی ہے، اس کا عشر عشیر بھی ان کی نمازوں میں نظر نہیں آتا جبکہ وہ ربّ السماوات والارض کے حضور دست بستہ کھڑے ہوتے ہیں یا جبکہ سر عجز و نیاز اس حی و قیوم کی بارگاہ میں رکھتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ ۱۲/ ربیع الاول کو ہر جگہ اور جہاں کہیں تمام عالم اسلام میں اس قسم کی مجالس میلا د منعقد ہوتی ہیں، ہر جگہ یہی خیال کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے ہیں، اگر چہ یہ مجالس ایک ہی وقت میں ہوں اور مختلف اقطارِ ارض میں ہوں۔

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

تلاشِ حقیقت

اس میں کوئی شک نہیں کہ عشقِ محمدی اور محبتِ نبوی کے پاکیزہ جذبات اور ذوق وشوق کے مخلصانہ ولولے ایک مؤمن قانت اور مسلم صادق کی زندگی کے سب سے زیادہ قیمتی متاع اور محبوب جنس ہے اور یہ صحیح ہے کہ یہ محبت اور شیفتگی انسانی سعادت اور صداقت کا سرچشمہ ہے۔ کیونکہ یہ محبت وعقیدت اس مقدس ومطہر وجود کے ساتھ ہے جس کو خدا نے تمام کائناتِ انسانی میں ہر طرح کی محبوبیت اور ہر قسم کی محمودیت کے لئے چن لیا ہے۔ اور اس سے زیادہ اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ اس کائناتِ ارضی میں بڑی سے بڑی بات جو کسی انسان کے لئے کہی جاسکتی ہے، زیادہ سے زیادہ محبت اور اعلیٰ سے اعلیٰ مدح وثنا جو کسی انسان کے لئے کی جاسکتی ہے، غرضیکہ انسان کی زبان انسان کے لئے جو کچھ کہہ سکتی ہے اور کرسکتی ہے وہ سب کا سب اس کامل انسان اور اکمل 'عبدؑ' کے لئے ہے۔ جس کو خدا نے اپنے غلامی کے لئے مخصوص کرلیا، جس کو خدا نے عبودیت کے عز وشرف سے سب سے زیادہ بہرہ ور کیا۔

﴿سُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصٰی﴾

''کیسا پاک ہے وہ خداوندِ قدوس جس نے ایک رات اپنے بندے کو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک کی سیر کرائی'' (بنی اسرائیل:۱)

اور جس کو کبھی تو ﴿یأیھا الرسول﴾ کے خطابِ عزت سے نوازا اور کبھی ﴿یأیھا المزمل﴾ کے طریق محبت سے پکارا اور کبھی ﴿یأیھا المدثر﴾ کی صدائے شفقت سے سرفراز، اور جس آبادی میں وہ بسا اور جس شہر کی گلیوں میں وہ چلا پھرا، کبھی اس کی عزت وعظمت کو دنیا میں نمایاں کرنے کے لئے فرمایا:

﴿لَاۤ اُقۡسِمُ بِہٰذَا الۡبَلَدِ وَاَنۡتَ حِلٌّۢ بِہٰذَا الۡبَلَدِ﴾ (البلد:۱،۲)

''ہم مکہ کی قسم کھاتے ہیں، یعنی جس سرزمین پر تو رہا اور بسا ہے۔''

پس جس کی محبوبیت اور محمودیت کا یہ مرتبہ ہو، اس کی یاد میں جتنی گھڑیاں کٹ جائیں اور جتنی بھی راتیں آنکھوں میں بسر ہوجائیں اور اس کی محبت وعشق اور مدح وثنا میں جس قدر بھی زبانیں زمزمہ پیرا ہوں، یقیناً روح کی سعادت اور دل کی طہارت اور انسانیت کا حاصل ہے لیکن آپ کی ولادت، آپ کی حیاتِ طیبہ کا ذکر اور اس کے لئے مجالس کا انعقاد اسی وقت ذریعہ ارشاد وہدایت ہوسکتا ہے جبکہ یہ مجالس ومحافل 'اسوۂ حسنہ' کے جمالِ الٰہی کی تجلی گاہ ہوں۔ نبی اکرم ﷺ کے صحیح حالاتِ زندگی سنائے جائیں۔ آپ کے اخلاقِ عظیمہ، خصائل کریمہ اور سنن مطہرہ کی طرف لوگوں کو دعوت دی جائے:

﴿لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنۡ کَانَ یَرۡجُوا اللّٰہَ وَالۡیَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیۡرًا﴾ (الاحزاب:۲۱)

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

''بے شک رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ان لوگوں کے لئے پیروی اور اتباع کا بہترین نمونہ ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے اور بکثرت ذکر کرنے والے ہیں۔''

کیونکہ بڑے بڑے اولوالعزم انسانوں کی بڑائیوں اور عظمتوں کی یادگار کو تازہ اور زندہ رکھنے کے لئے جس روح کی ضرورت ہے، اس کا تعلق محض تذکرہ اور یاد آوری سے نہیں ہوتا بلکہ اس سے اصلی غرض یہ ہوتی ہے کہ جو اعمالِ حسنہ اور اخلاقِ کریمہ، بصائر اور مواعظِ جلیلہ ان کی زندگی سے وابستہ ہیں اور جن کی یاد اور تذکرہ میں بنی نوع انسان کے لئے سب سے زیادہ مؤثر دعوتِ عمل موجود ہے، کو اس طرح زندہ رکھا جائے کہ آئندہ نسلیں ان اعمالِ حسنہ کے نمونوں کو اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیں۔

ضیاعِ مقصد

لیکن دنیا کے خسران اور ناکامی کا راز صرف اسی میں نہیں ہے کہ وہ سچائی کی طرف بڑھتی نہیں یا صداقت کی تلاش کے لئے اس میں کوئی تڑپ نہیں ہوتی۔ نہیں بسا اوقات حق کی تلاش میں دنیا قدم اٹھاتی ہے اور اس راستہ پر گامزن بھی ہوتی ہے، لیکن اس کا خسران اس کے بعد شروع ہوتا ہے۔ وہ اٹھنے اور اقدام کے بعد اپنا راستہ گم کر دیتی ہے، اور ایسا ہوتا ہے کہ جس طرح اس راستہ کی طرف نہ چل کر اس سے محروم تھی، ٹھیک اس طرح اس کی طرف چل کر بھی محروم رہتی ہے۔

دیکھئے، قرآنِ کریم میں انسان کے خسران ونقصان کے جس قدر حالات بیان کئے ہیں، ان میں سے ایک اور زیادہ پیش آنے والی حالت کے لئے 'ضلالت' کا لفظ اختیار کیا ہے، اور 'ضلالت' کا ٹھیک ترجمہ 'گم راہی' اور راستے میں 'بھٹک جانے' کے ہیں۔ فرمایا:

﴿وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيْلِ﴾ (المائدۃ:۷۷)

''بہتوں کو گمراہ کیا اور خود بھی راہ راست سے بھٹک گئے۔'' اور

﴿وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (صٓ:۲۶)

''خواہش نفسانی کے پیچھے مت لگو، یہ تمہیں اللہ کے راستے سے گم کر دے گی۔''

اور سورہ فاتحہ میں مغضوب علیھم کے ساتھ ایک اور گروہ کا بھی ذکر کیا ہے، جس کا نام ضالین رکھا ہے، تو وہ یہی گم کردہ راہ گروہ ہے جو راستے پر چلنے کے لئے اُٹھا مگر راستہ گم کر دیا۔

پس قرآنِ کریم نے انسان کی بدحالی اور تباہی کی سب سے بڑی عام حالت کو اس لفظ 'ضلالت' سے تعبیر کیا ہے، جس کی وجہ یہی ہے کہ بسا اوقات انسان کو اٹھنے اور چلنے سے انکار نہیں ہوتا۔ وہ سفر تو اختیار کرتا ہے، لیکن ہوتا یہ ہے کہ منزلِ مقصود کی حقیقی شاہراہ اس پر نہیں کھلتی اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ باوجود چلنے کے منزلِ مقصود سے اسی طرح محروم رہتا ہے جس طرح وہ بدبخت محروم رہا جس نے چلنے کا قصد بھی نہیں کیا

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

تھا۔اور یہی وہ فریق ہے جس کی کوششوں اور مشقتوں کے ضائع ہونے کو قرآن کریم نے تحبط أعمال سے جابجا مختلف پیراؤں میں ظاہر کیا ہے۔فرمایا:

﴿قُلۡ هَلۡ نُنَبِّئُكُم بِالۡأَخۡسَرِينَ أَعۡمَالًا ، اَلَّذِينَ ضَلَّ سَعۡيُهُمۡ فِي الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَهُمۡ يَحۡسَبُونَ أَنَّهُمۡ يُحۡسِنُونَ صُنۡعًا، أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِاٰيَاتِ رَبِّهِمۡ وَلِقَائِهٖ فَحَبِطَتۡ أَعۡمَالُهُمۡ فَلَا نُقِيمُ لَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ وَزۡنًا﴾ (الکہف:۱۰۳تا۱۰۵)

''اے پیغمبر! مخالفین سے کہہ دو کہ کیا ہم تمہیں وہ لوگ بتائیں جو اپنے اعمال کے لحاظ سے بڑے گھاٹے میں ہیں؟ (ہاں تو یہ) وہ لوگ ہیں جن کی دنیاوی زندگی کی کوشش سب ضائع ہوگئی اور وہ اسی خیال میں ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں کو اور قیامت کے دن اس کے دربار میں حاضر ہونے کو نہ مانا، پس ان کی تمام محنتیں اور راہروی کی مشقتیں بالکل اِکارت گئیں۔ پس قیامت کے دن ہم ان کے اعمال (نیک) کا کوئی تول قائم نہیں کریں گے۔''

جس طرح بے راہروی اور گم گشتگی ٔطریق کے مختلف حالات و مراتب اور درجات ہوتے ہیں، ٹھیک اسی طرح ضلالت ِاعمال کی حالت ہے، اس میں بھی تفاوتِ مراتب اور اختلافِ درجات ہے اور اس کی جو مثال اس وقت ہمارے پیش نظر ہے، وہ یہ ہے کہ دنیا میں ہر قوم نے اپنے مشاہیر اور بزرگوں کی بڑائیوں اور عظمتوں کی یاد کو مختلف یادگاروں، تہواروں اور قومی مجمعوں کے انعقاد کی صورت میں زندہ رکھنا چاہا ہے، لیکن یہ چیزیں اپنی جگہ پر اگرچہ کیسی ہی اہم اور سعادت بخش ہیں، اور ان سے قومی زندگی کے نشوونما کو کتنا ہی عظیم الشان فائدہ پہنچتا ہے، لیکن افسوس کہ دنیا کی عالمگیر ضلالت نے جو ہر عمل میں حقیقت اور مقصد کو فنا کرتی اور ظواہر و رسوم کی پوجا کرتی ہے، یہاں بھی انبیاءِ کرام اور دوسرے بزرگانِ سلف کی یادگاروں کا جو اصل مقصد تھا یعنی اُسوۂ حسنہ کی اتباع اور نیکی و صداقت کے عملی نمونوں کی پیروی اور اعمالِ صالحہ کی حقیقی عملی یاد اس کو تو مٹا دیا اور اس کی جگہ محض رسموں کی عظمت اور تہواروں کی رونق اور میلوں کی چہل پہل چھوڑ دی، اور اصلی روح ضائع کر دی۔ یہی وجہ ہے کہ اعمال کی جگہ رسوم اور افراد واسماء کی پرستش نے لے لی اور اسی چیز نے دو تین نسلوں کے بعد انسان کو بت پرستی تک پہنچا دیا!!

اُسوۂ حسنہ

لیکن قرآنِ حکیم نے ان تمام رسمی طریقوں سے انکار کر دیا جو عام طور پر دنیا نے اختیار کر رکھے تھے اس نے یادگاروں کے لئے سالانہ مجمعوں اور جلوسوں پر زور نہیں دیا جو کچھ مدت کے بعد رسوم پرستی کا ذریعہ بن جاتے ہیں اور یادگار کی حقیقی روح مفقود ہوجاتی ہے۔اس نے اینٹ اور چونے کی عمارتوں اور

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

بڑے بڑے میناروں کے ذریعہ یادگاریں نہیں بنائیں جو تند و تیز ہواؤں اور چمکتی ہوئی بجلیوں کی ایک نگہ خشمگیں کی تاب نہ لاسکیں۔ اس نے یادگاروں کے لئے لوہے اور پتھر کے بت نہیں بنائے جن کو آگ کا ایک شعلہ گلا سکتا ہے اور ایک موحد کا ہاتھ اس کو چکنا چور کرسکتا ہے۔ اس نے دنیا کے سامنے انبیاءِ کرام کی پاکیزہ زندگیوں کو پیش کیا اور یہی وہ حقیقتِ کبریٰ ہے جسے قرآن کریم نے 'اُسوہَ حسنہ' کے جامع و مانع لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ کیونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسانی سعادت کے لئے محض تعلیم بالکل بیکار ہے جب تک اس تعلیم کے ساتھ اس کے زندہ نمونے انسانوں کے سامنے نہ ہوں اور جو اثر انسان کی منفعل طبیعت پر انسانی نمونۂ عمل سے پڑ سکتا ہے، وہ محض تعلیم اور سماعتِ احکام سے نہیں پڑ سکتا۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوعِ انسان کی ہدایت کے لئے صرف کتابوں اور شریعتِ مطہرہ پر کفایت نہیں کی بلکہ اس کے ساتھ انبیاء کرام کا عملی نمونہ بھی پیش کیا۔ وہ جس شریعت اور جس کتاب کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے، اس کا عملی پیکر خود ان کی پاک زندگی ہوتی تھی، اور اسی حقیقت کو حضرت عائشہؓ نے اس وقت بیان کیا، جب ان سے نبی اکرم ﷺ کے 'خلق عظیم' کے متعلق سوال کیا گیا جس کی بشارت قرآن نے یوں دی تھی کہ ﴿اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ (القلم:۴) تو فرمایا: کان خلقه القرآن یعنی اگر تم آنحضرت ﷺ کے خلق عظیم کو دریافت کرنا چاہتے ہو تو قرآن کو دیکھ لو۔ اس میں حروف و الفاظ ہیں تو آپ اس کے پیکر عمل ہیں۔ اگر وہ چراغ ہے تو آپ اس کی روشنی ہیں۔ حقیقت ایک ہی ہے جس نے ایک جگہ علم کی اور دوسری جگہ عمل کی صورت اختیار کی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ 'سنت' کو کتاب کا ایک جزو اور مفہومِ 'کتاب' میں تبعاً داخل سمجھا جاتا ہے۔ جو ظاہر بین اس حقیقتِ کبریٰ سے ناواقف اور بے خبر ہیں وہ 'قرآن' کے ساتھ 'حدیث' کا لفظ سنتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ 'حدیث' کی پیروی کا مطالبہ ایک ایسا مطالبہ ہے جو قرآن مجید کے علاوہ ایک دوسرے قانون کو تسلیم کراتا ہے، حالانکہ 'سنت' کی اطاعت 'کتاب' کی اطاعت میں داخل ہے اور 'سنت' علم قرآنی ہی کی عملی تفسیر ہے۔

غرض کہ انسانی ہدایت و سعادت کے لئے 'تعلیم' کے ساتھ 'نمونہ' اور 'کتاب' کے ساتھ 'سنت' یا 'حکمت' ایک ضروری چیز ہے جس سے اُمت کو کسی حالت میں بھی استغنا نہیں ہوسکتا اور یہی وہ دو نعمتیں ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو سرفراز کیا۔ ابراہیم علیہ السلام کے خاندانِ نبوت کے لئے فرمایا:

﴿فَقَدْ اٰتَيْنَا آلَ اِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا﴾ (النساء:۵۴)

''ہم نے خاندانِ ابراہیم کو کتاب اور سنت دی اور ان کو بہت بڑی سلطنت دی۔''

حضرت مریم علیہ السلام کو جب عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دی تو اس میں فرمایا: ﴿وَيُعَلِّمُ الْكِتَابَ

© rasailojaraid.com

وَالْحِكْمَةَ﴾ (اللہ تمہارے بیٹے کو کتاب وسنت کی تعلیم دے گا) اور سورۃ النساء میں رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرکے فرمایا: ﴿وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (اللہ نے آپ پر کتاب وسنت اُتاری) اور آپ نے اسی کتاب وسنت کی اُمت کو تعلیم دی جیسا کہ سورۂ آلِ عمران اور سورۂ جمعہ میں فرمایا: ﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ اور سورۂ بقرہ میں فرمایا: ﴿وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾

پس قرآن وحکمت کہہ لو یا کتاب وسنت سے تعبیر کرلو، اسماء مختلف ہیں لیکن موصول ومسمّٰی میں فرق نہیں جیسے قرآن وکتاب کہہ لیا، ایسے ہی حکمت وسنت نام دو ہوگئے لیکن حکایت ِشہد وعسل سے زیادہ نہیں۔ عباراتنا شتیٰ وحسنك واحد

غرض یہ تھی کہ انسانی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے کتابوں کے ساتھ انبیاء کرام کی پاکیزہ زندگیوں کا نمونہ بھی پیش کیا ہے، جس کو قرآن حکیم نے 'اسوۂ حسنہ' سے تعبیر کیا ہے۔

حقیقی یادگار

پس قرآنِ کریم نے اس 'اُسوۂ حسنہ' کو اپنی تمام تعلیمات کا جزوِاعظم قرار دیا اور اس کو ایک خالص روحانی اعتقاد بنا کر اس طرح دلوں کے اندر قائم کردیا کہ اس کی حقیقت دائمی طور پر زندہ ہوگئی اور ہر طرح کی مادّی اجسام واشکال سے بے نیاز کرکے ہر طرح کی رسم پرستیوں کی آمیزش سے پاک کرکے انبیاء کرام کے 'اسوۂ حسنہ' کی یادگار انسان سے باہر نہیں بلکہ خود اس کے اندر قائم کردی جو تاریخوں اور مہینوں کی قیود سے آزاد رہ کر کبھی بھی اس کی نظروں سے اوجھل نہ ہوسکے۔

اسی کی تفصیل میں اس قدر اور عرض کردینا چاہتا ہوں کہ قرآنِ کریم میں سب سے پہلے ایک مقدس 'دعا' بتلائی ہے اور حکم دیا کہ دن میں پانچ مرتبہ جب بندہ عجز ونیاز کے ساتھ ربّ العالمین کے حضور میں کھڑا ہو تو یہ دعا پڑھے۔ اس دعا میں انسان اپنے لئے سب سے بڑی نعمت اور سب سے زیادہ قیمتی دولت جو مانگ سکتا ہے وہ اس دعا میں سکھلائی گئی ہے۔ یہ 'دعا' سورۂ فاتحہ ہے جو ہر مؤمن دن میں پانچ مرتبہ نماز کی ہر رکعت میں پڑھتا ہے اور وہ 'نعمت' اور متاعِ محبوب 'صراطِ مستقیم' ہے۔ یہ 'صراطِ مستقیم' کیا ہے اور اس سے مقصود کیا ہے؟ اس کی یہاں کوئی تشریح نہیں کی گئی، البتہ یہ بتلایا گیا ہے کہ

﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ (الفاتحہ:٦)

''اے پروردگار! اُن لوگوں کی راہ پر جن پر تو نے انعام کیا ہے۔''

پس 'صراطِ مستقیم' وہ راہ ہوئی جو 'انعام یافتہ' لوگوں کی راہ ہے اور جن لوگوں کو خدا نے اپنی نعمتوں سے سرفراز ا، ان کا ذکر سورۂ نسا میں موجود ہے:

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

﴿وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهِ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾ (النساء:۶۹)

''اور جن لوگوں نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی، تو وہ سب ان خوش نصیبوں کے ساتھی ہو جائیں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا اور وہ انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین ہیں، اور یہ کیا ہی اچھی رفاقت ہے۔''

اس آیتِ کریمہ میں یہ بتلایا دیا گیا کہ جس راہ پر چلنے کی سورۂ فاتحہ میں ہر مؤمن التجا کرتا ہے، وہ راہ انعام یافتہ گروہ کی ہے جس سے مراد انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین ہیں اور یہ چار گروہ وہ ہیں جن کے اندر نوعِ انسانی کا تمام اَصلح اور سعید حصہ آ گیا ہے۔ انسانی آبادی میں جب کبھی عمل صالح کی صداقت ظہور پذیر ہوگی تو ضروری ہے کہ انہی انعام یافتہ چار جماعتوں میں سے کسی جماعت سے متعلق ہو۔

اب دیکھئے کہ قرآنِ حکیم نے یادگار اور تذکار کے اصلی مقصد کو تمام رسوم کی آلودگیوں سے صاف کرکے کس طرح قائم کر دیا ہے۔ اس کے لئے کیسی محفوظ و مصئون راہ اختیار کی ہے کہ ہر نماز اور اس کی ہر رکعت میں 'صراطِ مستقیم' پر چلنے کی جب التجا کرتا ہے تو وہ انعام یافتہ گروہ کی 'اُسوۂ حسنہ' کو پیش نظر رکھ کر ان کی یاد کو زندہ رکھے اور ان کے عقائدِ حسنہ اور اعمالِ صالحہ کے نمونے کو کبھی فراموش نہ ہونے دے۔ پھر اگر یہ دنیا کی مقدس ہستیوں کی سچی یادگار اور ان کا حقیقی تذکار نہیں تو کیا ہے؟ دنیا نے 'مشاہیر پرستی' کی حقیقت کبھی پتھر کے بتوں، کبھی اینٹوں کی عمارتوں، کبھی انسانوں کے مجسّموں، کبھی ملکوں، کبھی قوموں کی وقتی رسموں اور تقریبوں میں تلاش کی ہے۔ لیکن قرآنِ کریم نے ایسی یادگار کی جو ہر روز ان میں پانچ مرتبہ ہر مؤمن کے سامنے آتی ہے اور ہر مؤمن راہِ سعادت حاصل کرنے کے لئے ان کی یادگار کو زندہ رکھنا اپنے لئے موجب ہدایت اور ذریعہ نجات سمجھتا ہے۔

استبدالِ نعمت

﴿فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِىْ قِيْلَ لَهُمْ﴾ (البقرۃ:۵۹)

''پھر ان ظالموں نے وہ بات جو اُن سے کہی گئی تھی، بدل ڈالی۔''

آج ہر جگہ عید میلاد کی مجلسیں منعقد ہو رہی ہیں اور ماہِ ربیع الاول میں تشریف لانے والے مقدس انسان کی یاد کو زندہ رکھنے کے لئے مدح و ثنا کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں اور غناء و سرود کے نغموں میں قصائدِ مدحیہ پڑھے جا رہے ہیں، کافوری شمعوں کی قندیلیں روشن کی جا رہی ہیں، پھولوں کے گلدستے سجائے جا رہے ہیں، مجلس میں گلاب کے چھینٹوں سے مشامِ روح کو معطر کیا جا رہا ہے۔

لیکن اے کاش کہ جس کی یاد اور محبت میں ہم اپنے گھروں کو مجلسوں سے آباد کرتے ہیں، اس کی

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

جگہ دل کی اُجڑی ہوئی بستیوں کو آباد کرتے، پھولوں کے گلدستوں کی جگہ ہم اپنے اعمالِ حسنہ کے مرجھائے ہوئے پھول کو تازہ کرتے، اور روشن قندیلیوں کی جگہ ہم اپنے دل کی اندھیاری کو دور کرنے کے لئے چراغِ سنتِ مصطفویؐ کو تلاش کرتے۔ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر ہماری مجلسیں تاریک ہوتیں، ہمارے اینٹ اور چونے کے مکانوں کو زیب و زینت کا ایک ذرّہ بھی نصیب نہ ہوتا، ہماری آنکھیں رات رات بھر مجلس آرائیوں میں نہ جاگتیں، ہماری زبانوں سے ماہِ ربیع الاول کی وِلادت کے لئے دنیا ایک حرف بھی نہ سنتی، لیکن ہماری روح کی آبادی معمور ہوتی، ہماری دل کی بستی نہ اُجڑتی اور ہماری زبانوں سے نہیں بلکہ ہماری خصائل حمیدہ، اخلاقِ کریمہ اور اعمالِ حسنہ کے اندر سے 'اسوۂ حسنہ نبویؐ' کی مدح وثنا کے ترانے اٹھتے، دنیا ہم کو، ہمارے اعمال کو، ہمارے حسن معاملات، شریفانہ عادات، مخلصانہ عبادات واطاعات و صدقِ مقالات کو دیکھ کر اعزاز وتکریم کی صداؤں میں پکار اٹھتی کہ یہ خیر الامم 'امتِ مسلمہ' ہے

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾

''تم دنیا کی بہترین اُمت ہو جس کو خدا نے دنیا کی ہدایت کے لئے نمایاں کیا، کیونکہ نیکی کا حکم دیتے ہو برائی سے روکتے ہو۔'' (البقرۃ:۱۱۰)

لیکن افسوس! کہ جس کی یاد میں ہم مجلسیں منعقد کررہے ہیں، اس کی عزت کے لئے ہمارا وجود بٹہ ہے، جس کی مدح وثنا میں صدائیں بلند کرتے ہیں اور جس کی یاد کا ہماری زبانیں دعویٰ کرتی ہیں، اس کی فراموشی کے لئے تقریباً ہمارا ہر عمل گواہ ہے، اس نے کہا:

﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَاجَاءَ هُمُ الْبَيِّنَاتُ﴾

''مسلمانو! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہوجاؤ جو مختلف فرقوں میں تقسیم ہوگئے، اور اللہ کے صریح احکام کے ہوتے ہوئے پھر بھی اختلاف کیا۔'' (آلِ عمران:۱۰۵)

لیکن ہم نے کہا کہ اسلام چار اِماموں میں منقسم ہے۔ اس نے تفریق وتحزب کو معصیت قرار دیا۔ لیکن ہم نے اس کو اصل اسلام بنا لیا، اس نے اتحادِ کلمۃ المسلمین کی دعوت دی لیکن ہم نے افتراقِ بین المسلمین کی بنیادیں استوار کیں، اس نے کہا:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ (آل عمران:۳۱)

''اگر تم اللہ سے محبت کرنے کے دعویٰ میں صادق ہو تو میری اطاعت کرو، پھر خدا بھی تم سے محبت کرے گا۔''

لیکن ہم نے سنت پر عمل کرنے والوں کو حقارت کی نظر سے دیکھا۔ ہم نے کوشش کی کہ ان پر عرصۂ حیات تنگ کردیا جائے۔ اللہ کی مسجدوں کے دروازے ان پر بند کردیئے جائیں۔ اس نے کہا کہ تمہارا اللہ

© rasailojaraid.com

کہتا ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾

''آج میں نے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی، اور اسلام تمہارے لئے پسندیدہ مذہب قرار دیا۔'' (المائدۃ:۳)

لیکن ہم نے دین کے ہر حصے کو ناقص سمجھ کر ایسی ایسی بدعات اسلام میں مذہب کے نام سے رائج کردیں کہ بدعات اور رسوم سے پاک وصاف اسلام کا پتہ چلانا مشکل ہوگیا اور اصل حقیقت بدعات ورسوم پرستی میں مستور ہوکر رہ گئی جس کا نتیجہ وہی ہوا جو اس صادق ومصدوقنے فرمایا تھا:

ما ابتدع قوم بدعة إلانزع الله عنهم من السنة مثلها (مسنداحمد)

''جو قوم جس قدر بھی بدعات میں مبتلا ہوتی ہے، اسی قدر اللہ ان سے اتباعِ سنت کو اٹھا لیتا ہے۔''

اور یہ اس لئے کہ انسانی جسم کی طرح انسان کے دل اور روح کے لئے بھی خوراک کی ضرورت ہے اور شریعت ربانی اور الٰہی تعلیم ہے۔ اور یہ کھلی ہوئی حقیقت کہ انسان اگر اپنا کھانا چھوڑ کر کسی دوسری جگہ سے پیٹ بھر کر کھائے گا تو اپنا کھانا نہیں کھا سکے گا اور اگر کھائے گا تو بہت تکلیف سے اور وہ بھی بسا اوقات اس کے لئے غیر مفید بلکہ مضر ثابت ہوتا ہے اور اگر پیٹ بھر کر نہیں کھایا تو جتنی بھی جگہ دوسرے کے ہاں کھانا کھا کر روک لی ہے، اتنی جگہ تو ضرور اس کے اپنے کھانے سے محروم رہے گی۔ پس اسی طرح جس شخص نے روح اور قلب کو شریعتِ الٰہیہ اور اتباعِ سنتِ سید المرسلین کی جگہ بدعات ومشرکانہ رسوم سے غذا بہم پہنچائی تو یقیناً جس قدر بھی دوسری غذا جگہ لے گی اسی قدر روح وقلب اپنی اصلی غذا سے محروم رہیں گے اور جس طرح دوسرے کے ہاں سے کھانا کھا لینے کے بعد اپنے کھانے کی طرف انسان کی توجہ اور رغبت باقی نہیں رہتی یا کم ہوجاتی ہے، اسی طرح بدعات ومحدثات کی طرف جس قدر بھی کسی کی طبیعت مائل ہوگی، اسی قدر وہ اتباع سنتِ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ سے محروم اور بدذوق، بے شوق ہوگی۔ کیونکہ نور وظلمت اور سنت وبدعت ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتی یا یوں کہئے: جس قدر بھی صبح کی سپیدی نمایاں ہوتی چلی جائے اور جس قدر سورج کی روشنی پھیلی پڑتی جائے گی، اسی قدر رات کی تاریکی اس دنیا پر پھیلتی چلی جائے گی۔ ٹھیک اسی طرح جس قدر بھی کوئی شخص اپنی ہمت، کوشش اور توجہ کو خالص سنتِ نبویہ کی طرف منعطف کرے گا، اسی قدر اس کا قلب اور اس کی روح بدعت کی ظلمت وتاریکیسے محفوظ ومصئون رہے گی، اور جس قدر بھی بدعات ومحدثات کا شوق دامن گیر ہوتا چلا جائے گا، اسی قدر سنت کا نور اور شریعتِ الٰہیہ کی روشنی کم ہوتی چلی جائے گی۔

© rasailojaraid.com

اور یہ اسی کا نتیجہ ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں کہ قصائد وغزلیات پڑھنے والے قرآنِ مجید کے سننے سنانے میں بے شوق ہوتے ہیں بلکہ بسا اوقات آپ دیکھیں گے کہ قرآنِ مجید کے درس میں اس مذاق کے لوگوں کی اوّل تو حاضری ہی بہت کم ہوتی ہے اور اگر آ بھی جائیں تو اس قدر جلد اُکتا جاتے ہیں کہ اس سے اگر دس گنا زیادہ وقت بھی قصائد وغزلیات کے سننے میں صرف کرنا پڑے تو پھر اسے شوق و ذوق اور دلچسپی کے ساتھ سنیں گے اور جو لذت وہ گانے بجانے اور غناء وسرود میں محسوس کرتے ہیں، وہ قرآن کی تلاوت یا اس کے درس میں حاضر ہوکر سننے میں نہیں پاتے۔

اسی طرح جو شخص کتاب وسنت کی جگہ فلاسفہ ملاعنہ اور متکلمین متحیرین کی تصنیفات میں اپنی دلبستگی اور اطمینانِ قلب کا سامان پاتا ہے، اس کے دل میں یقیناً علومِ کتاب وسنت اور طریقہ سلف صالحین کی نفرت جاگزیں ہوجاتی ہے اور یہ یہاں تک ترقی کرجاتی ہے کہ بسا اوقات علماءِ کتاب وسنت کو جاہل اور عاملین طریقہ سلف کو احمق بتانے میں بھی کوئی کوتاہی نہیں کرتے اور بازاری لوگوں کی طرح سلفی العقیدہ حضرات کا تمسخر اڑانا اور ان کی تحقیر وتذلیل کرنا ان کا شیوہ ہوجاتا ہے۔غرض یہ کہ حکمتِ اسلام اور حکمائے اسلام (صحابہ کرامؓ، ائمہ دین) کی محبت اور قدر ومنزلت ان کے دل سے زائل یا کم ہوجاتی ہے اور اس کی جگہ حکمتِ فلاسفہ یونان اور ان کے خوشہ چین (متکلمین) کی محبت اور عظمت پیدا ہوجاتی ہے۔

اور اسی طرح جو لوگ اولیاء کرام اور صلحاء اُمت کی قبروں کی زیارت کے لئے اور ان کے عرسوں میں شامل ہونے کے لئے ہمیشہ سفر کرتے رہتے ہیں اور اس کے عادی ہوجاتے ہیں، وہ اکثر حج بیت اللہ الحرام سے محروم رہتے ہیں، بلکہ بعض کی تو یہ حالت ہوجاتی ہے کہ باوجود قدرت واستطاعت کے اگر حج نہ کرسکیں تو طبیعت پر کسی قسم کا ملال نہیں گزرتا، لیکن اگر خواجہ اجمیریؒ یا پیرانِ کلیر کے عرس میں کسی سال شامل نہ ہوں تو ان کو سخت صدمہ ہوتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ حج بیت اللہ کی محبت اور عظمت دن بدن ان کے دل سے کم ہوجاتی ہے اور اس کی جگہ اجمیر کے حج کا شوق وذوق اور اس کی عظمت بڑھ جاتی ہے۔اور میں نہیں سمجھتا کہ ارکانِ اسلام اور شعائرِ دین کے لئے اس سے بڑھ کر اور کون سی چیز زیادہ مہلک ہوسکتی ہے؟

غرض یہی وہ 'استبدالِ نعمت' ہے جس کا میں نے شروع میں ذکر کیا تھا۔اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریقے پر نہ تو ہم قانع ہوئے اور نہ اس کو ہم نے کامل سمجھا، ہم نے بہت سی چیزیں شریعت میں بڑھائیں کہ شریعت کو کامل کردیں۔شریعت کی بہت سی بتائی ہوئی چیزوں کو چھوڑ کر ان کی جگہ دوسری شریعت تجویز کی، اگر یہود نے حطة کی جگہ حنطة کہا تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ﴾ ''ظالموں نے اس بات کو بدلا، جو ان سے کہی گئی تھی''

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

تو مسلمانوں نے بہت سی باتیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ نے کہی تھیں، بدل دیں۔ زیادہ تفصیل میں نہ جائیے، اسی مسئلہ کو لے لیجئے۔ انبیاءِ کرام کی یاد زندہ رکھنے کے لئے فرمایا کہ ہر نماز کی ہر رکعت میں دن میں پانچ مرتبہ یہ دعا پڑھیں ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ، صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ الفاتحہ اور یہ بتایا کہ ان کا نام زندہ رکھنے کے لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کے 'اُسوۂ حسنہ' کی اتباع کی جائے۔ ان کے اخلاقِ کریمہ، خصائل حمیدہ اور اعمالِ صالحہ کی اقتدا کی جائے

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِىْ اِبْرَاهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ﴾ (الممتحنہ:۴)

''یقیناً تمہارے لئے حضرت ابراہیم اور ان لوگوں کی زندگی میں جو ان کے ساتھ ایمان کے اعلیٰ ترین مدارج میں نظر آتے ہیں، پیروی اور اتباع کے لئے بہترین نمونہ ہے۔'' اور

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:۲۱)

''بلاشبہ تمہارے لئے اللہ کے رسول کی زندگی میں پیروی اور اتباع کے لئے بہترین نمونہ ہے۔''

لیکن بدعت پسند طبائع نے اس سچی یادگار اور حقیقی تذکار کی جگہ انسانوں کے مجسّموں اور رسمی تہواروں اور تقریبوں کو اختیار کرلیا اور ﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ کی سعادت سے محروم ہوگئے۔

سید مجددین اور فخر محدثین امام ابن تیمیہؒ نے 'اقتضاء' میں میلادِ نبویؐ کا ذکر کرتے ہوئے کس قدر بصیرت افروز ارشاد فرمایا ہے۔ اور اسی پر ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں :

فإن هذا لم يفعله إنسان مع قيام المقتضىٰ به وعدم المانع منه لوكان هذا خيرا محضا أوراجحا لكان السلف أحق به منا ، فإنهم كانوا أشد محبة لرسول الله ﷺ وتعظيما له منا وهم على الخير أحرص وإنما كمال محبته وتعظيمه في متابعته واتباع أمره وإحياء سنته باطنا وظاهراً ونشر ما بعث به والجهاد على ذلك بالقلب و اليد واللسان فإن هذه طريقة السابقين الأولين من المهاجرين والأنصار والذين اتبعوهم بإحسان

''مجالس میلاد کا انعقاد سلف سے قطعاً ثابت نہیں باوجودیکہ کوئی مانع موجود نہ تھا بلکہ اس کے مقتضیات موجود تھے۔ اگر یہ محض خیر و بھلائی یا راجح بسوئے خیر و برکت ہوتیں تو سلف ہم سے زیادہ اس کے مستحق تھے۔ وہ ہم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و محبت کرنے والے تھے، اور وہ ہم سے کہیں زیادہ نیکی کے خواہشمند تھے، اصل بات یہ ہے کہ آپ کی تعظیم و محبت کی صحیح صورت یہی ہے کہ آپ کے ارشادت کی تعمیل کی جائے، آپ کی سنتوں کو زندہ کیا جائے، پوشیدہ اور علانیہ۔ آپ کی تعلیمات کی دنیا میں اشاعت کی جائے اور منکرات سے روکنے کے لئے دل، زبان اور ہاتھ

جن حضرات کا زرسالانہ ختم ہوچکا ہے، انہیں خطوط ارسال کئے جارہے ہیں۔ ازراہ کرام اولین فرصت میں اسے جمع کرادیں

www.KitaboSunnat.com